

این آراؤ کی ضرورت ہے؟

طااقت کے کھیل کا درجہ حرارت بڑھتا جا رہا ہے۔ اس وقت یہ خطرناک حد تک اوپر جا چکا ہے۔ سب کچھ کسی اخلاقی اصول یا اعلیٰ وارفع خیالات کی آبیاری کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ واحد بلکہ واحد ترین مقصد ایک گروہ، سیاسی جماعت، ٹولے یا خاندان کا اقتدار کی بساط پر قبضہ کرنا ہے۔ اس بزویر شمشیر فتح کے پیچھے کوئی عوامی خدمت یا ملک کی ترقی کا جذبہ بھی ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ سرکاری وسائل کو لوٹ کر اپنے مصرف میں لانا ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی استثناء موجود نہیں ہے۔ قومی مفاد کو پس پشت ڈالنے کی چاروں پہلے کی مثال دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پسیے کی غیر قانونی تسلیم کے متعلق ایف اے ٹی ایف کا فیصلہ ہے۔ شنید ہے کہ تین مہینے کا وقفہ شائد اسیلے تسلیم کیا گیا ہے کہ اس وقت عبوری حکومت کا دور دورہ ہو گا اور لازماً مذہب داری کسی بھی سیاسی جماعت کی نہیں ہو گی۔ قوم کے مفاد کا کون خیال رکھے گا۔ یہ سوالیہ نشان موجود ہے اور اسکی شدت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت پورے ملک میں انتشار، اضطراب، بے یقینی اور شدید باہمی چاقلش کے سائے گھرے ہوتے جا رہے ہیں۔

صورتحال کا دو طریقوں سے جائزہ لے سکتے ہیں۔ ایک صوبائی سطح پر معاملات اور دوسرا اوفیقی سطح پر ہر لمحے بدلتی ہوئی صورتحال۔ وفاق سے شروع کیجئے۔ اقتدار کے سنگھاسن پر سیاستدان، ریاستی ادارے، اعلیٰ عدالیہ اور حال ہی میں اختساب کرنے والے ادارے برآ جمان ہیں۔ نایبینا شخص کو بھی نظر آ رہا ہے کہ کسی بھی ادارے کی دوسرے سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ ہاں، اگر وقتی اتحاد ہے بھی تو کسی دیگر ریاستی ادارے کو نیچا دکھانے میں پہاں ہے۔ بالواسطہ یا بلا واسطہ یہ تمام حکومت کے ستون ایک دوسرے سے دستِ و گریبان ہیں۔ سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ اگر ماضی کو دیکھا جائے تو شائد لاکھوں مثالیں۔ لیکن ایک بھی روشن مثال ایسی نہیں ہے جہاں موقعہ ملنے پر کسی نے دوسرے کو بخشتا ہو۔ اقتدار میں آنے کے موقع کو ضائع کیا ہو۔ کسی اعلیٰ طرفی کا مظاہرہ کیا ہو۔ ادارے کی سطح پر کوئی مہذب رویہ رکھا ہو۔ افسوس اس بات کا ہے کہ حصول اقتدار کے کھیل میں کوئی بھی ثبت اصول کا فرمان نہیں ہے اور نہ تھا۔ آج بھی یہی بے اصولی موجود ہے اور عروج پر ہے۔ ہر شخص بلکہ ادارے کی آن دیکھی قیمت تھی اور ہے، وہ بلا روک ٹوک اسے وصول کرنے میں کوئی کوتا ہی نہیں کر رہا۔ یہاں کوئی اس قابل نہیں ہے کہ اسے مقدس گائے یا جانور کا درجہ دیا جاسکے۔ سب اپنی اپنی غلطیوں کی دلدل میں غرق شدہ ہیں۔ مقصد مثال دیکر کسی بھی متنازعہ بات کو آگے بڑھانا نہیں ہے بلکہ موجودہ فضا کو پر کھنے کا ایک طریقہ وضع کرنا ہے یا غیر متعصب طریقے سے تجزیہ کرنا ہے۔ اداروں نے ملک کو توڑ دیا۔ مگر اس پرسوال کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ کیا وجہ تھی کہ مغربی پاکستان جس میں آج کی طرح پنجاب فیصلہ کن حیثیت کا مالک تھا، مشرقی پاکستان کے حقوق پر بات کرنے کیلئے تیار نہیں ہوا۔ بنگالیوں کی سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر تفصیل کا سلسہ قیام پاکستان سے شروع ہوا اور 1970 کی خانہ جنگی پر ختم ہوا۔ اس جنگ میں ہا صرف اور صرف پاکستان کی ہوئی۔ ابتداء میں مجیب الرحمن ایک محب وطن پاکستانی تھا۔ کیا کسی نے سوچنے کی کوشش کی کہ کیا وجوہات تھیں کہ ایک علیحدہ ملک بنانے کی تحریک کی رہنمائی کرنے پر قائل ہو گیا۔ اگر اس وقت کا مغربی پاکستان، حقیقی طور پر جمہوریت پر یقین رکھتا، تو شائد ملک علیحدہ نہ ہوتا۔ اس موضوع پر

سینکڑوں کتابیں موجود ہیں۔ بنیادی نکتہ یہ ہے کہ کیا ملک ٹوٹنے کی وجہات پر کسی بھی ادارے نے اپنی غلطی تسلیم کی۔ قطعاً نہیں۔ نہ سیاستدانوں نے، نہ فوج نے، نہ خفیہ اداروں نے اور نہ ہی ہمارے بے جان بابوؤں نے۔ علیحدگی کو ایسے بھلا دیا گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ بے حصی کی خطرناک ترین مثال ہے۔ 1970 کی بے حصی، آج خطرناک حد سے بڑھ چکی ہے۔ مجھے سوائے ادنیٰ نعروں کے کچھ سنائی نہیں دے رہا۔

اسلام آباد کی فضا کو دیکھئے۔ پارلیمنٹ نے گزشتہ ایک دہائی سے کوئی مثالی کام کرنے کی کوشش نہیں کی۔ تقاریر اپنی جگہ۔ کیونکہ تقاریر کسی بھی ہاؤس کی روح ہوتی ہیں۔ مگر سیاسی تقاریر کو عوامی فلاح میں تبدیل کرنے کیلئے حکومتی ڈھانچے کو مثبت طور پر تبدیل کرنے کی کتنی عرق ریزی کی گئی۔ جواب سب جانتے ہیں۔ سیاسی حکومتوں نے وہی کیا جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ وہی ذاتی مفاد کی جگہ اور بے جا خو شامد۔ نام نہیں لینا چاہتا۔ مگر پارلیمنٹ کو سب سے پہلے سیاسی قوتوں نے کمزور کیا۔ یہ نقاہت آج تک موجود ہے۔ بلکہ شائنڈ بڑھ چکی ہے۔ جب کمزوری دوسرے اداروں کے سامنے عیاں ہوئی تو طاقت کا خفیہ کھیل بڑے آرام سے شروع ہو گیا۔ اندازہ لگائیے کہ ایک سابقہ عوامی چیف جسٹس نے مکمل عدیہ کو فریق بنا کر کھو دیا۔ خط نہ لکھنے کے مسئلہ کو وزیر اعظم کی برطرفی اور بے عزتی کا باعث بنا دیا۔ رپورٹروں کو کمرہ عدالت کے دہنی طرف کر سیاں مہیا کی گئیں۔ جو بھی بولتے تھے، وہ برینگ نیوز بن جاتی تھی۔ ایک خاص رویے کے تحت مرکزی حکومت کو مفلوج کر دیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ اس پر ہر وقت مختلف زاویوں سے بحث ہوتی رہتی ہے۔ تاثر دیا جا رہا ہے کہ اعلیٰ عدیہ ایک خاص نقطہ نظر سے کام کر رہی ہے۔ یہ حقیقت ہے یافسانہ۔ اس پر باتیں ہوتی رہیں گی۔ مگر ایک سیاسی پارٹی کا بیانیہ ہے کہ انہیں بھر پور کام کرنے کی اجازت نہیں دی جا رہی۔ جیسے کہ پہلے عرض کیا کہ سیاست کو سب سے کاری ضرب سیاستدانوں نے لگائی۔ لہذا بگہ کیسا اور شکوہ کیوں۔ ریاستی اداروں کی اپنی سوچ ہے۔ یہ طرزِ فکر، دنوں میں پختہ نہیں ہوئی۔ بلکہ اس پر ایک بھر پور پالیسی کے تحت محنت کی گئی ہے۔ ریاستی اداروں نے بھی اپنی سابقہ روایات سے درگز نہیں کیا۔ نتیجہ کیا نکلا۔ وفاق کا ڈھانچہ بظاہر متحارب فریقین میں بٹا ہوا نظر آ رہا ہے۔ عمومی رائے کے مطابق یہ سلسلہ بہت آگے جا چکا ہے۔ سیاسی قوتوں کا حالیہ بیانیہ ایک اور رخ اختیار کر چکا ہے جس میں انہوں نے احتساب کے ادارے کی کارکردگی پر بھی انگلیاں اٹھائی ہیں۔ پنجاب میں حالیہ احتسابی اقدامات کو ایک سیاسی جماعت انتقام سے تشبیہ دے رہی ہے۔ اس ساری صورتحال سے ملک ہر طریقہ سے مفلوج نظر آ رہا ہے۔ بین الاقوامی طاقتیں ہماری کمزوری سے بھر پور فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ ہمسایہ ممالک ہماری تضییک کرتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ملک موثر طریقے سے جواب دینے کی حیثیت میں نہیں ہے۔ المیہ یہ ہے کہ ہمارے سارے ادارے باہمی کشمکش کو ملک دوستی کے نام پر بڑھا دے رہے ہیں۔ مگر ایک مجموعی قوت بنکر کسی بھی بین الاقوامی سطح پر مضبوط بیانیہ اختیار کرنے سے عاری ہو چکے ہیں۔ اگلے دو ماہ میں کیا ہوتا ہے، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر بنیادی نکتوں پر دلیل سے کوئی بھی ادارہ مکالمہ کیلئے تیار نہیں ہے۔ سب اپنے پتے سینے سے لگا کر کھیل رہے ہیں۔ اسکا نتیجہ خوفناک ہو سکتا ہے۔ یہ دھینگا مشتی، لڑائی، ہمارے ملک کے ڈھانچے کو دیک کی طرح کھا چکی ہے۔ اہم سوال یہ بھی ہے کہ اب کیا لائچہ عمل بنایا جائے، کہ ملکی سلیمانیت اور عزت کو محفوظ رکھا جائے۔ ظاہراً اور پوشیدہ فریقین کو کس طرح ہم آہنگی کی طرف

لایا جائے۔ یہ انتہائی اہم سوال ہے اور اس کا صرف ایک جواب نہیں ہے۔ اس کا صرف ایک حل نہیں ہے۔ لیکن اس کا لم میں، طالبعلم، ایک مکنہ حل کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتا ہے۔ پھر عرض کروں گا کہ یہ صرف ایک مکنہ حل ہے۔ اسکے علاوہ بھی درجنوں دیگر راستے ہیں۔ مگر فی الحال اس پر عرض کروں گا۔

این۔ آر۔ ادا کا سادہ سامطلب ہے۔ فریقین کی غلطیوں کو معاف کر دینا۔ آج سے دس برس پہلے یہ حل اپنایا گیا۔ اس پر عمل بھی ہوا۔ مگر اس درجہ تنازعہ بناؤ لا کہ سارا کھیل ہی تبدیل ہو گیا۔ سوال ہے۔ کیا ہمارے ملک میں ایک بھی ایسی بلند قامت شخصیت یا گروہ نہیں ہے جو اقتدار کے کھیل کے تمام فریقین کو ایک میز پر بٹھائے۔ انکے درمیان ہر طرح کام کالمہ ہو۔ اس میں سب کے لئے شکوے، شکایتیں اور تلخیاں سنی جائیں۔ متصادر تین نکتہ نظر بھی زیر بحث ہو۔ طویل دورانیہ کے مکالمہ کے بعد ملکی ادارے ایک نئے عمرانی معاهدہ کی طرف قدم بڑھائیں جس سے ملک میں کشیدگی کی نضاخت ہو۔ ہمارے خفیہ اداروں کے پاس ہر ایک کے متعلق مکمل معلومات موجود ہیں۔ کرپشن سے لیکر ہر طرح کی بشری کمزوریوں کی تفصیلات درج ہیں۔ تمام معلومات کو دوبارہ کشیدگی کیا جا سکتا ہے۔ اس این آراو میں اگر کوئی شخص یا فریق اپنی غلطیاں تسلیم کر کے لوٹی ہوئی دولت واپس کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے یا کر دیا جاتا ہے، تو عزت نفس کو مجروح کیے بغیر ایک نئے سفر کی اجازت دینے میں کوئی حرج نہیں۔ سعودی عرب میں اس حکمتِ عملی کو کرتگی سے استعمال کیا گیا۔ اس کرتگی سے بالا بالا، اگر فریقین ایک نیا معاهدہ کر لیتے ہیں، تو کسی کو اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ معاملات کو پیچیدہ کرنے کی کوشش کرے۔ اگر کوئی بھی اس صورت حال کو خراب کرنے کی کوشش کرے تو ملکی ادارے باضابطہ پالیسی کے تحت اس پر مثالی سخت ایکشن لیں۔ تاکہ کسی کو بھی معاملات خراب کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ مکالمہ آئین کی نئی حدود بھی طے کر سکتا ہے۔ آئین کے بنیادی ڈھانچے کو تبدیل کیے بغیر تمام ادارے اگر ایک ثابت سوچ کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیتے ہیں تو ہم بہت تھوڑے عرصے میں ترقی یافتہ ملک بن سکتے ہیں۔

یہ تمام عمل اتنا سادہ یا آسان نہیں جتنا بیان کیا گیا ہے۔ اس میں حد درجہ پیچیدگیاں اور مشکلات ہیں۔ ہر فریق کے ذاتی اور اجتماعی مفادات ہیں۔ یہ ایک دوسرے کی نفی اور ضد پر قائم ہیں یعنی کئی مقامات پر متحارب مفادات ہیں۔ مگر ملک میں انتہائی ذہین اور عملیت پسند لوگ موجود ہیں جو اجازت ملنے پر ہر مشکل کا حل نکالنے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ کوئی بھی جملہ یا لفظ استعمال کر لیں۔ کوئی بھی لفظی ترکیب نکال لیں۔ جب تک تمام اہم ادارے، یکسو ہو کر بیٹھ کر باہمی صلح اور معافی کا راستہ نہیں اپناتے، ملک اس طرح بر باد ہوتا رہیگا۔ ترقی کے تمام چھوٹے اور بڑے منصوبے، قومی اختلافِ رائے کا باعث بنتے رہنگے۔ کشیدگی مزید بڑھتی رہیگی۔ پوری دنیا ہمارے ملک کو نے سے لگا کر رکھے گی۔ طالبعلم کی ادنیٰ رائے میں ایک مضبوط اور قابل عمل این آراو کی شدید ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی مستقبل میں ہمارے نظام کی مضبوط بنیاد بن جائے۔ شائد کھو کھلنعروں سے نکل کر ہم واقعی ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائیں۔ سوچ کر جواب دیجئے!